از عدالتِ عظمیٰ[1]

تاریخ فیصلہ: 12 ستمبر 1957

مولانا عبدل شکور

بنام

رکھاب چند و دیگر

(ایس آر داس چیف جسٹس وینکٹاراما آئر، بی پی سنہا، جے ایل کپور اور اے کے سرکار جج صاحبان)

انتخابی تنازعہ-انتخابات کے لیے نااہلی—"حکومت کے تحت ایک منافع بخش عہدہ"- درگاہ خواجہ صاحب اسکول کا منیجر، اگر وہ حکومت کے تحت منافع بخش عہدے پر فائز ہے -درگاہ خواجہ صاحب ایکٹ، 1955 (XXXVI، سال 1955)، دفعات 4(1)، 5، 6، 9، 11، 20- آئین ہند، آرٹیکل 102(1)(a)۔

اپیل کنندہ ایک اسکول کا منیجر تھا جو 1955 کے درگاہ خواجہ صاحب ایکٹ کی توضیعات کے تحت تشکیل دی گئی انتظامیہ کمیٹی کے زیر انتظام تھا۔ اسے درگاہ خواجہ صاحب کے منتظم نے مقرر کیا تھا اور اسے ماہانہ 100 روپے ادا کیے جا رہے تھے۔ انہیں اجمیر کے الیکٹورل کالج نے اسٹیٹس کونسل کے لیے منتخب کیا تھا اور ناکام امیدوار رہے، پہلے مدعا علیہ نے اس بنیاد پر انتخابات کو چیلنج کیا کہ اپیل کنندہ انتخابات کے وقت حکومت کے تحت منافع بخش عہدے پر فائز تھا اور اس لیے آئین ہند کے آرٹیکل 102(1)(a) کے پیش نظر اسے رکن پارلیمنٹ کے طور پر منتخب ہونے کے لیے نااہل قرار دیا گیا تھا۔ پہلے مدعا علیہ کے لیے یہ دلیل دی گئی کہ جیسا کہ ایکٹ کے دفعات 5 اور 9 کے تحت بھارتی حکومت کو انتظامیہ کمیٹی کے اراکین کی تقرری اور ہٹانے کا اختیار حاصل ہے اور ساتھ ہی کمیٹی کے مشورے سے منتظم کی تقرری کا اختیار بھی حاصل ہے، اپیل کنندہ حکومت کے کنٹرول قابو اور نگرانی میں تھا اور اس لیے وہ بھارتی حکومت کے تحت منافع بخش عہدے پر فائز تھا۔ لیکن اپیل کنندہ کو نہ تو بھارتی حکومت نے مقرر کیا تھا اور نہ ہی اس کے ذریعے اسے ہٹایا جا سکتا تھا اور نہ ہی اس کی تنخواہ حکومت نے مقرر کی تھی اور اسے درگاہ اوقاف کے فنڈز سے ادا کیا جاتا تھا۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document

حکم ہوا کہ اپیل کنندہ اپنی تقرری ایک کمیٹی کے تحت کر رہا تھا جو ایک قانونی ادارہ تھا اور اسے آئین ہند کے آرٹیکل 102(1)(a) کے معنی میں بھارتی حکومت کے تحت نفع بخش عہدہ کا حامل نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ اس کے مطابق، اپیل کنندہ کا انتخاب درست تھا۔

شیو نندن شرما بنام دی پنجاب نیشنل بینک لمیٹڈ، (1955) 1 ایس سی آر 1427، ممتاز شدہ۔

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 335، سال 1957۔

الیکشن پٹیشن نمبر 2، سال 1956 میں الیکشن ٹریبونل، اجمیر کے 31 جنوری 1957 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل گزار کی طرف سے مکت بہاری لال بھارگو اور نونیت لال۔

جواب دہندہ نمبر 1 ذاتی طور پر۔

12.1957 ستمبر۔

عدالت کا مندرجہ ذیل فیصلہ جسٹس کپور نے سنایا۔

یہ 31 جنوری 1957 کے الیکشن ٹریبونل کے حکم کی اپیل ہے، جس میں اپیل کنندہ مولانا عبدل شکور کے انتخاب کو کالعدم قرار دیا گیا تھا، جنہیں اجمیر کے الیکٹورل کالج نے اسٹیٹس کونسل کے لیے منتخب کیا تھا، جو اجمیر کی ریاستی قانون سازیہ پر مشتمل 30 اراکین پر مشتمل تھا۔ انہوں نے 19 ووٹ حاصل کیے جبکہ دوسرے امیدوار کے حق میں 7 ووٹ پڑے جو اس اپیل میں مدعا علیہ نمبر 1 ہیں۔ ڈالے گئے درست ووٹوں کی کل تعداد 26 تھی اور 3 غلط ووٹ تھے۔ انتخابات کا نتیجہ 31 مارچ 1957 کو سرکاری گزٹ میں شائع ہوا، جس میں اپیل کنندہ کے انتخاب کا اعلان کیا گیا۔ ناکام امیدوار، موجودہ پہلے مدعا علیہ نے 2 مئی 1956 کو اپنی انتخابی درخواست دائر کی۔ درخواست میں تمام الزامات کا تعین کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ فریقین کے درمیان بنیادی تنازعہ یہ ہے کہ آیا کامیاب امیدوار، موجودہ اپیل کنندہ، حکومت کے تحت "نفع بخش عہدہ" پر فائز تھا۔ متنازعہ انتخابات 22 مارچ 1956 کو ہوئے۔

17 فروری 1956 کو جاری کردہ ایک نوٹیفکیشن کے مطابق، نامزدگی 28 فروری 1956 اور یکم مارچ 1956 کے درمیان دائر کی جانی تھی۔ جانچ پڑتال کی تاریخ 5 مارچ 1956 تھی، اور انتخابات

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

کے لیے 22 مارچ 1956 تھی۔ اپیل کنندہ نے 28 فروری 1956 کو دو کاغذات نامزدگی داخل کیے اور تیسرا 1 مارچ 1956 کو داخل کیا۔ مدعاعلیہ رکھاب چند جین نے بھی یکم مارچ 1956 کو اپنے کاغذات نامزدگی داخل کیے۔ مارچ 1956 کو مدعاعلیہ رکھاب چند جین نے اپیل کنندہ کی نامزدگی کے جواز پر کچھ اعتراضات اٹھائے، جس کی اصل بنیاد یہ تھی کہ اپیل کنندہ حکومت کے تحت نفع بخش عہدہ پر فائز تھا۔ ریٹرننگ آفیسر نے 6 مارچ 1956 کے اپنے حکم نامے کے ذریعے 28 فروری 1956 کو دائر اپیل کنندہ کے دو کاغذات نامزدگی کو مسترد کر دیا، لیکن تیسرا یعنی یکم مارچ 1956 کو قبول کر لیا، کیونکہ اس افسر کے مطابق، درگاہ خواجہ صاحب (ہنگامی دفعات) ایکٹ، 1950 (XVII، سال 1950) کی توضیعات کے تحت جو 29 فروری 1956 تک نافذ تھا، اپیل کنندہ حکومت کے تحت منافع بخش عہدے پر فائز تھا لیکن درگاہ خواجہ صاحب ایکٹ (XXXVI، سال 1955) کے نافذ ہونے پر۔) یکم مارچ 1956 کو، وہ حکومت کے تحت اس طرح کے عہدے پر فائز نہیں رہے۔ 3 مئی 1956 کو مدعاعلیہ نے عوامی نمائندگی ایکٹ 1951 کی دفعہ 81 کے تحت انتخابی درخواست دائر کی، جس میں انہوں نے کہا کہ اپیل کنندہ کا تیسرا کاغذات نامزدگی بھی مسترد ہونا چاہیے تھا کیونکہ درگاہ خواجہ صاحب ایکٹ (XXXVI، سال 1955) کی توضیعات کے تحت بھی، اپیل کنندہ حکومت کے تحت نفع بخش عہدہ پر فائز تھا اور اس لیے اس کا معاملہ آئین کے آرٹیکل 102 (1)(a) کی توضیعات کے تحت آتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی استدعا کی کہ انہیں منتخب قرار دیا جائے کیونکہ درخواست گزار کے حق میں ڈالے گئے ووٹوں کو "پھینک دیا گیا" اور صرف مدعاعلیہ کو ہی جائز ووٹوں کی اکثریت ملی۔

الیکشن ٹریبونل کی اکثریت نے 31 جنوری 1957 کے اپنے حکم نامے میں کہا کہ یکم مارچ 1956 کو اپیل کنندہ حکومت کے تحت منافع بخش عہدے پر فائز تھا اور اس لیے اس کے کاغذات نامزدگی پر آئین کے آرٹیکل 102 (1)(a) کا اثر پڑا۔ انہوں نے اس کے انتخاب کو ایک طرف رکھ دیا اور اس دلیل کو قبول کرتے ہوئے کہ ووٹوں کو "پھینک دیا گیا" جواب دہندہ کو منتخب قرار دے دیا۔ اکثریت سے اختلاف کرتے ہوئے الیکشن ٹریبونل کے چیئرمین نے فیصلہ دیا کہ یکم مارچ 1956 کو اپیل کنندہ حکومت کے تحت منافع بخش عہدے پر فائز نہیں تھا، اس کا کاغذات نامزدگی صحیح طور پر قبول کیا گیا تھا اور اس کا انتخاب درست تھا اور اس لیے مدعاعلیہ کو منتخب قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس سوال پر کہ آیا اپیل کنندہ کے 28 فروری 1956 کے دو کاغذات نامزدگی درست تھے یا نہیں، ٹریبونل نے متفقہ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

طور پر انہیں اس بنیاد پر کالعدم قرار دیا کہ اپیل کنندہ اس تاریخ کو حکومت کے تحت منافع کا عہدہ رکھتا تھا۔

اس سوال میں جانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آیا اپیل کنندہ کی طرف سے 28 فروری 1956 کو دائر کیے گئے دو کاغذات نامزدگی درست تھے یا نہیں کیونکہ اگر یکم مارچ 1956 کو دائر کیا گیا کاغذات نامزدگی درست ہے تو ان کی صداقت کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے سامنے دلیل اس مفروضے پر آگے بڑھی ہے کہ اپیل کنندہ نفع بخش عہدہ پر فائز تھا۔ اس لیے فریقین کے درمیان تنازعہ اس بات تک محدود تھا کہ آیا یہ منافع بخش عہدہ بھارتی حکومت کے تحت تھا اور اس لیے آرٹیکل 102 (1) (a) کے تحت رکنیت کے لیے نااہلی اپیل گزار پر لاگو ہوتی ہے۔ اس تنازعہ کو حل کرنے کے لیے تعمیر کا جو اہم سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے: کیا اپیل کنندہ بھارتی حکومت کے تحت منافع بخش عہدے پر فائز تھا اور کیا آئین کا آرٹیکل 102 (1) (a) کام کرتا ہے؟ یہ مضمون اس طرح ہے:

102 (1) "کسی شخص کو پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان کا رکن منتخب ہونے اور ہونے کے لیے نااہل قرار دیا جائے گا۔

(a) اگر وہ بھارتی حکومت یا کسی ریاست کی حکومت کے تحت کوئی منافع بخش عہدہ رکھتا ہے، اس عہدے کے علاوہ جسے پارلیمنٹ نے قانون کے ذریعے اپنے نمائندگی کو نااہل قرار نہیں دیا ہے۔

یہ مضمون اراکین کی نااہلی کے عنوان کے تحت آتا ہے۔ آئین کے اسی حصے میں، یعنی حصہ V کو صدر اور نائب صدر کے عہدوں کے انتخاب کے لیے نااہل قرار دیا گیا ہے۔ آرٹیکل 58 کا متعلقہ حصہ جو صدر کے عہدے کے لیے نااہلی کا تعین کرتا ہے یہ ہے:

آرٹیکل 58 (1) "کوئی بھی شخص صدر کے طور پر انتخاب کا اہل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ۔

(a)..

(b)..

(c)..

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

(2) کوئی شخص صدر کے طور پر انتخاب کا اہل نہیں ہو گا اگر وہ بھارتی حکومت یا کسی ریاست کی حکومت کے تحت یا کسی مقامی یا دیگر اتھارٹی کے تحت منافع کا کوئی عہدہ رکھتا ہے جو مذکورہ حکومتوں میں سے کسی کے زیر اقتدار ہے۔

آرٹیکل 66(4) میں نائب صدر کے حوالے سے بھی ایسا ہی التزام ہے۔

وکیل نے دونوں مضامین کے درمیان زبان میں فرق کی صحیح نشاندہی کی ہے۔ جب کہ صدر اور نائب صدر کے معاملے میں حکومت کے زیر اقتدار کسی اتھارٹی کے تحت منافع بخش عہدے کا انعقاد نااہل قرار دیا جاتا ہے، قانون سازوں کے اراکین کے معاملے میں ایسا تجویز نہیں کیا جاتا ہے۔

مدرسے کی درگاہ خواجہ صاحب اکبری جس میں اپیل کنندہ مینیجر (محتمن) کی تقرری کرتا تھا، فارسی، عربی اور مسلم علم الٰہی تعلیم کے لیے ایک مکتب ہے۔ 1961 سے پہلے اس ک انتظام اور اس کو نظام حیدرآباد کی حکومت چلا رہی تھی۔ 1951 میں اس اسکول کو درگاہ کمیٹی نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ 28 فروری 1955 کو درگہ خواجہ صاحب کے منتظم نے اپیل کنندہ کو اسکول کے محتمن (مینجر) کی اعزازی تقرری دی۔ اسے انتظامیہ کے ماتحت کام کرنا تھا اور اسے اسکول کے انتظام کا چارج سنبھالنا تھا۔ لیکن مئی 1955 سے انہیں ماہانہ 100 روپے ادا کیے جا رہے تھے جسے تنخواہ اور اعزازیہ کے طور پر مختلف طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اپیل کنندہ کے وکیل نے تعمیر کے تین سوالات اٹھائے کہ اسکول کے منیجر کے طور پر یہ تقرری نہ تو کسی عہدے کے مترادف ہے اور نہ ہی حکومت کے تحت نفع بخش عہدہ کے۔ آخری سوال پر اپیل کنندہ کے حق میں فیصلہ، یعنی، حکومت کے تحت منافع کا عہدہ، دیگر دو سوالات کے فیصلے کو مکمل طور پر غیر ضروری بنا دے گا اور اس لیے یہ فرض کرتے ہوئے کہ اپیل کنندہ منافع کا عہدہ رکھتا ہے، سوال باقی رہتا ہے: کیا یہ حکومت کے تحت منافع کا عہدہ تھا اور اس لیے یہ آئین کے آرٹیکل 102 (1)(a) کے تحت آتا ہے۔ اس کا تعین کرنے کے لیے ہمیں اس قانون کی توضیعات کا جائزہ لینا ہو گا جس کے تحت تقرری کا اختیار وجود میں آیا اور قانون کے تحت اس کے اختیارات کا جائزہ لینا ہو گا۔ 1936 سے پہلے اور اس تک درگاہ خواجہ صاحب اوقاف کا انتظام ایک کمیٹی کے ذریعے کیا جاتا تھا جسے مذہبی اوقاف ایکٹ (XX، سال 1863) کی دفعہ 7 کے تحت اجمیر کے چیف کمشنر نے تشکیل دیا تھا۔ 1936 میں اس وقت کی مرکزی قانون سازیہ نے درگاہ خواجہ صاحب ایکٹ (XXIII، سال 1936) نافذ کیا۔ اس ایکٹ کی توضیعات کے مطابق انتظامیہ اور انتظامیہ ایکٹ کی

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document

دفعہ 4 کے تحت تشکیل دی گئی درگاہ کمیٹی کے پاس تھی۔ یہ ایک کارپوریٹ ادارہ تھا جس کی مستقل جانشینی اور مشترکہ مہر تھی جسے کمیٹی کے صدر کے نام پر مقدمہ کرنے اور مقدمہ کرنے کا حق حاصل تھا۔ دفعہ 5 کے تحت جو کمیٹی کی تشکیل سے متعلق ہے اسے 25 ارکان پر مشتمل ہونا تھا جن میں سے کچھ منتخب اور کچھ نامزد کیے گئے تھے۔ ایکٹ کے دفعہ 11 (f) نے کمیٹی کو اپنے تمام ملازمین کی تقرری کا اختیار دیا۔

اس ایکٹ، سال 1936 کی جگہ درگاہ خواجہ صاحب (ہنگامی دفعات) آرڈیننس 3، سال 1949 نے لے لی، جس کی جگہ درگاہ خواجہ صاحب (ہنگامی دفعات) ایکٹ (XVII، سال 1950) نے لے لی۔ اس ایکٹ کے دفعہ 3 کے ذریعے ایکٹ، سال 1936 کے تحت تشکیل دی گئی درگاہ کمیٹی کو ختم کر دیا گیا اور انتظام مرکزی حکومت کے ذریعہ مقرر کردہ ایک منتظم کے پاس تھا جسے دفعہ 7 کے تحت مرکزی حکومت کے قابو میں ہونا تھا اور اس کے پاس ایکٹ، سال 1936 کے تحت تشکیل دی گئی کمیٹی کے تمام اختیارات تھے۔ یہ ایکٹ 29 فروری 1956 تک نافذ رہا، اور اس کے تسلسل کے دوران ہی اپیل کنندہ نے 28 فروری 1956 کو دو کاغذات نامزدگی داخل کیے، جنہیں ریٹرننگ آفیسر نے مسترد کر دیا۔

اس ایکٹ، سال 1950 کی جگہ درگاہ خواجہ صاحب ایکٹ (XXXVI، سال 1955) نے لے لی جسے 14 اکتوبر 1955 کو صدر کی منظوری ملی، لیکن یہ 1 مارچ 1956 کو نافذ ہوا۔ اس ایکٹ کی دفعہ 4 (1) کے تحت درگاہ اوقاف کا انتظام، اختیار و انتظام ایک کمیٹی کے پاس آیا، جو ایک کارپوریٹ ادارہ ہے جس کی مستقل جانشینی اور مشترکہ مہر ہے اور جو اپنے صدر کے بذریعے مقدمہ کر سکتا ہے اور اس پر مقدمہ چلا سکتا ہے۔ دفعہ 5 کے تحت کمیٹی کا 5 سے کم اور 9 سے زیادہ ارکان پر مشتمل ہونا ہے جن میں سے سبھی کا تقرر مرکزی حکومت کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ دفعہ 8 مرکزی حکومت کو کمیٹی کی جگہ لینے کا اختیار دیتی ہے۔ دفعہ 9 کے تحت مرکزی حکومت کمیٹی کے مشورے سے درگاہ کے ایک ناظم (منتظم) کا تقرر کر سکتی ہے جو کمیٹی کا ایک سابق عہدہ دار سیکرٹری ہو۔ اس کی تنخواہ مرکزی حکومت کو طے کرنی ہے لیکن اسے درگاہ انڈومنٹ فنڈز کے محصولات میں سے ادا کیا جانا ہے۔ کمیٹی ناظم کے بذریعے انتظامیہ، اختیار و انتظام کے اپنے اختیارات کا استعمال کرتی ہے۔ کمیٹی کے اختیارات اور فرائض ایکٹ کے دفعہ 11 میں دیے گئے ہیں؛ اس دفعہ کی شق (i) جو اس معاملے کے مقصد کے لیے متعلقہ ہے جب حوالہ دیا جاتا ہے تو درج ذیل ہے:

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document

دفعہ 11" کمیٹی کے اختیارات اور فرائض یہ ہوں گے۔

....

(1) درگاہ اوقاف کے نوکروں کی تقرری، معطلی یا برطرفی۔"

دفعہ 20 کے تحت کمیٹی کو ایکٹ کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ضمنی قوانین بنانے کا اختیار حاصل ہے، اور مدعاعلیہ نے ذیلی دفعہ 2 کی شق (i) پر زور دیا جس میں کہا گیا ہے:

دفعہ 20(2)" خاص طور پر اور مذکورہ بالا اختیارات کی عامیت پر جانبداری کے بغیر اس طرح کے ضمنی قوانین۔ فراہم کر سکتا ہے۔

....

(i) درگاہ کے ملازمین کے فرائض اور اختیارات۔

اس دفعہ کا ذیلی دفعہ 5 مندرجہ ذیل ہے:

"(5) مرکزی حکومت، اپنے ارادے کی سابقہ اشاعت کے بعد، کسی بھی ضمنی قانون کو منسوخ کر سکتی ہے جس کی اس نے منظوری اور تصدیق کی ہے، اور اس کے بعد ضمنی قانون کا اثر ختم ہو جائے گا۔"

مدعاعلیہ نے دلیل دی کہ چونکہ ایکٹ، سال 1955 کے تحت انتظامیہ کمیٹی کا تقرر حکومت کے بذریعے کیا جاتا ہے جو ناظم (منتظم) کا بھی تقرر کرتی ہے جس کے بذریعے کمیٹی کام کرتی ہے اور چونکہ دفعہ 6(2) کے تحت حکومت کو کمیٹی کے کسی بھی رکن کے عہدے سے ہٹانے کا اختیار حاصل ہے اور چونکہ کمیٹی درگاہ کے ملازمین کے فرائض اور اختیارات تجویز کرنے والے ضمنی قوانین بنا سکتی ہے، اس لیے اپیل کنندہ مرکزی حکومت کے قابو اور نگرانی میں تھا اور اس لیے وہ بھارتی حکومت کے تحت منافع بخش عہدے پر فائز تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ صدر اور نائب صدر کی نااہلی کو متعین کرتے ہوئے آئین نے واضح طور پر نااہلی فراہم کی ہے جس میں نہ صرف بھارتی حکومت یا کسی ریاست کی حکومت کے تحت منافع کا عہدہ شامل ہے بلکہ کسی بھی مقامی یا دیگر اتھارٹی کے تحت منافع کا عہدہ بھی شامل ہے جو مذکورہ بالا حکومتوں میں سے کسی کے کنٹرول کے تابع ہے۔ یہ آخری نااہلی آئین قانون سازوں کے اراکین پر لاگو نہیں کرتا ہے۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document

اس میں کوئی شک نہیں کہ درگا اوقاف کی کمیٹی کا تقرر بھارتی حکومت کے ذریعے کیا جاتا ہے لیکن یہ ایک کارپوریٹ ادارہ ہے جس کی مستقل جانشینی ایکٹ کے چاروں کونوں میں کام کرتی ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ کمیٹی یا کمیٹی کے ممبران بھارتی حکومت کی طرف سے ہٹائے جانے کے قابل ہیں یا کمیٹی اپنے ملازمین کے فرائض اور اختیارات کا تعین کرنے والے ضمنی قوانین بنا سکتی ہے، ہماری رائے میں کمیٹی کے ملازمین کو بھارتی حکومت کے تحت نفع بخش عہدہ کے حاملین میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اپیل کنندہ کو نہ تو حکومت ہند کے ذریعے مقرر کیا جاتا ہے اور نہ ہی اسے حکومت ہند کے ذریعے ہٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے بھارت کے محصولات سے ادا کیا جاتا ہے۔ حکومت کا کسی شخص کو منافع بخش عہدے پر مقرر کرنے یا اسے اس عہدے پر برقرار رکھنے یا اپنی صوابدید پر اس کی تقرری کو منسوخ کرنے کا اختیار اور سرکاری محصولات سے ادائیگی اس بات کا تعین کرنے میں اہم عوامل ہیں کہ آیا وہ شخص حکومت کے تحت نفع بخش عہدہ پر فائز ہے یا نہیں حالانکہ سرکاری محصولات کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے ادائیگی ہمیشہ فیصلہ کن عنصر نہیں ہوتی ہے۔ لیکن اپیل کنندہ کی تقرری اس جائزے کے اندر نہیں آتی ہے۔

انتخابی قانونی رپورٹوں میں درج کیے گئے متعدد انتخابی مقدمات کا حوالہ ہمارے سامنے دیا گیا تھا لیکن ان کا فیصلہ ان کے اپنے حقائق پر کیا گیا تھا اور موجودہ کیس کے فیصلے میں ان کی بہت کم مدد ہوتی ہے۔ حکومت کی طرف سے یا کسی ایسے افسر کی طرف سے برخاستگی کے اختیار کا جائزہ جس کو ایسا اختیار تفویض کیا گیا ہے جسے مدعا علیہ کی طرف سے اس کے مقدمے کی حمایت میں دبایا گیا تھا، موجودہ مقدمے کے حقائق پر یکساں طور پر لاگو نہیں ہوتا ہے کیونکہ اپیل کنندہ کو حکومت یا حکومت کی طرف سے اس طرح کے مجاز شخص کی طرف سے برخاست نہیں کیا جا سکتا ہے۔ وہ ایک قانونی ادارے کا نوکر ہوتا ہے جو اپنے نوکروں کے معاملے میں قانون کے ذریعے اس کو دیے گئے اختیارات کے تحت کام کرتا ہے۔

اس کے بعد مدعا علیہ نے شیونندن شرما بنام دی پنجاب نیشنل بینک لمیٹڈ (1) پر انحصار کرتے ہوئے اپنی عرضیوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کی، یہ صنعتی تنازعات ایکٹ کے تحت ایک معاملہ تھا اور فیصلہ کرنے کا سوال یہ تھا کہ کیا بینک کے خزانچی کی طرف سے مقرر کردہ کیشیئر بینک کی طرف سے اور بینک کے ذریعے ادا کیا گیا بینک کا ملازم تھا۔ یہ مانا گیا کہ وہ تھا۔ اس معاملے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر مالک کسی نوکر کو ملازمت دیتا ہے اور اسے کسی خاص کام کو کرنے کے لیے کئی افراد کو ملازمت دینے کا اختیار دیتا ہے اور نقد ادائیگی کے لیے ان کی وفاداری اور کارکردگی کی ضمانت دیتا ہے، تو نوکر

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document

کی طرف سے اس طرح مقرر کردہ ملازمین، نوکر کے ساتھ، مالک کے نوکروں کے برابر ہوں گے۔ لیکن اس کا موجودہ کیس کے حقائق پر دوبارہ کوئی اطلاق نہیں ہوتا ہے کیونکہ اپیل کنندہ کو حکومت کے کسی ملازم نے ملازمت نہیں دی ہے جو حکومت کے لیے کچھ خدمات انجام دینے کے لیے نوکروں کو ملازمت دینے کا مجاز ہے اور نہ ہی اسے بھارتیہ محصولات سے ادائیگی کی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یونین کے محصولات سے عدم ادائیگی ہمیشہ کسی نتیجے کا عنصر نہیں ہوتی لیکن اس معاملے کے حالات میں اس کی کچھ اہمیت ہے۔

ریاستی قانون سازوں کی رکنیت سے متعلق آئین کے مختلف آرٹیکلوں 58(2)، 66(4)، 102(1)(a) اور 191(1)(a) کا موازنہ قانون سازوں کے اراکین کے معاملے میں ظاہر ہوتا ہے کہ صدر اور یونین کے نائب صدر کے معاملے کے برعکس بھارتی حکومت یا ریاستوں کی حکومتوں کے تحت نفع بخش عہدہ پر فائز ہونے کی وجہ سے نااہل قرار دیا جاتا ہے لیکن اس صورت میں نہیں کہ ایسا افسر ان حکومتوں کے زیر اقتدار مقامی یا کسی اور اتھارٹی کے ماتحت ہو۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ حکومت کی طرف سے تقرری اور برطرفی کا اختیار یا حکومت کی طرف سے استعمال کیا جانے والا کنٹرول ایک اہم غور ہے جو حکومت کے تحت نفع بخش عہدہ پر فائز شخص کے حق میں تعین کرتا ہے، لیکن یہ حقیقت کہ اسے ریاستی محصولات سے ادائیگی نہیں کی جاتی ہے، اپنے آپ میں ایک غیر جانبدار عنصر ہے۔

یہ نہیں دکھایا گیا ہے کہ اپیل کنندہ کی اسکول کے مہتمم (منیجر) کے طور پر تقرری ان جائزوں میں سے کسی کو مطمئن کرتی ہے جن پر اوپر بحث کی گئی ہے۔ دوسری طرف یکم مارچ 1956 کو وہ ایک کمیٹی کے تحت اپنی تقرری کر رہے تھے جو ایک قانونی ادارہ ہے اور اس طرح کی تقرری کو بھارتی حکومت کی طرف سے یا اس کے زیر انتظام تقرری نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اس کی تنخواہ حکومت کے محصولات سے ادا کی جاتی ہے لیکن درگاہ اوقاف کے فنڈ سے۔ ان حالات میں ٹریبونل کی اکثریت نے یہ مؤقف اختیار کرنے میں غلطی کی ہے کہ اپیل کنندہ حکومت کے تحت منافع بخش عہدہ رکھتا ہے اور اس کے برعکس چیئرمین کی رائے درست موقف پیش کرتی ہے۔

حکومت کے تحت نفع بخش عہدہ کے حوالے سے اس نتیجے کے پیش نظر، اس سوال میں جانا ضروری نہیں ہے کہ آیا کوئی "پھینک دیے گئے" ووٹ تھے یا آیا مدعاعلیہ کو صحیح طور پر منتخب قرار دیا گیا ہے۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

ہماری رائے ہے کہ اپیل کنندہ کے انتخاب کو غلط طریقے سے کالعدم قرار دیا گیا ہے اور ہم اپیل کی اجازت دیں گے اور ٹریبونل کی اکثریت کے حکم کو کالعدم قرار دیں گے۔اپیل کنندہ کے اخراجات اس عدالت کے ساتھ ساتھ ٹریبونل کے سامنے بھی ہوں گے۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document